WWW.PAKSOCIETY.COM

سائرہ رضا

# سودہ کا کم خسارہ

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سائرہ رضا

# سودہ کا کرم خان

ٹن ٹن۔۔۔ ٹلخ ٹالخ۔۔۔ چل چل۔۔۔ آگے لگ اوئے ادھر سے آگے لگ۔۔۔ ٹن ٹن۔۔۔ ٹوچ ٹوچ۔۔۔" منہ سے عجیب و غریب سیٹی جیسی آوازیں۔۔۔ سودہ کے کان میں پڑیں تو وہ اچھل پڑی۔

"اٹھ کرما! بس ہو گیا ختم دودھ اب پیچھے بھاگ جا۔ ابا نے تجھے اس طرح پیالے کو منہ لگائے دیکھا نا تو تین دن تک اس کا غصہ نہیں جانا کہ کام کا نہ کاج کا اور دشمن اناج کا۔۔۔ اٹھ شاباش اٹھ۔"

اس نے منہ سے کہتے ہوئے ہاتھ سے بھی اسے دھکیلا، مگر وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ گردن موڑے دودھ کو دیکھنے لگا جس میں ابھی دودھ تھا۔

"اف توبہ کرم خان اتنی جان اور دل کیری سے چھوٹا۔ چل اسے بھی پکڑ لیتی ہوں۔"

وہ ہڑبونگ کا شکار ہو رہی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ میں پیالا پکڑا اور تیزی سے مگر دبے قدموں چھپر کچن سے نکل کر پچھواڑے آ گئی جہاں ان دنوں کرما کی رہائش تھی۔ وہ بستر وغیرہ درست کرنے لگی۔ کرما اس کی عجلت سے بے نیاز دودھ کی جانب متوجہ تھا۔

"سودہ۔۔۔ سودہ کہاں چلی گئی تو!" ابا برآمدے میں کھڑا اونچی آواز میں پکار رہا تھا اور اسے بخوبی اندازہ ہوا کہ وہ غصے میں ہے۔ اس نے بلا ضرورت بڑی لکڑی شانے پر دھری اور آ گئی۔ ابا کو پتا نہ چلے وہ کرما کے پیچھے گئی تھی۔

"کیوں آوازیں دے رہا ہے ابا! میں نے کہاں جانا ہے۔" وہ مصنوعی مگن و مصروف انداز میں بولی۔

"اوئے جانے کی بچی! ذرا میرا حال دیکھ تو۔"

"ہائے ابا۔" وہ لکڑی پھینک تیر کی طرح ابا کے سر پر پہنچ گئی۔

"یہ کیا ہو گیا ابا! کہاں سے آ رہے ہو؟" حیرت سے ابا کا حلیہ دیکھ رہی تھی۔ ابا مانو گارے میں لوٹ کر آیا تھا۔

"میں سینما گیا تھا فلم دیکھنے۔" اس کے مانو سر پر لگی دانت کچکچائے۔

"اس چتکبری کے کالے پتر نے تو آج مجھے نہر میں ڈبو ہی دینا تھا۔ بس میری قسمت کہ زندہ آ گیا ہوں۔" ابا نے صافہ اتار کر چارپائی پر پھینک دیا۔

"گرم پانی ڈال دے اور کپڑے نکال دے۔ دودھ میں ہلدی بھی ڈال دے اور ایک پتھر گرم کرنے کو رکھ دے ٹکورے کے لیے۔۔۔ ہائے! گوڈے پر بڑے زور کی لگی ہے۔" سودہ نے تیزی سے پلٹ کر لکڑی بڑھائی اور بڑے پتیلے میں پانی بھر کر ابلنے رکھ دیا پھر بڑی بکسے سے کپڑے اور گرم کھیس لے آئی۔ چھوٹی سی بالشت بھر لمبی جلتی سرخ لکڑی کو ڈنڈا مارا تو وہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بدل گئی۔ اسے فرش پر ایک فٹ تک گول بچھا کر دودھ کی پتیلی رکھ دی۔

"ایسے کرتب کرتے چلتا ہے جیسے سرکس میں ہو، سب سیدھے سیدھے گھر کی طرف منہ کر کے چلتے ہیں۔ یہ بے غیرت شودا چھلانگیں مارتا ٹیڑھا میڑھا چلتا ہے۔ ادھر چوہدری زمان کی زمینوں کے پاس نہر کا بنا کمزور تھا۔ گر گیا۔۔۔ اور پھر جو شور ڈالا اس نے۔۔۔ پہلے تو دل چاہا بے غیرت کو ڈوبنے دوں، پھر ادھر ڑالی والا شفیق آ رہا تھا اس نے ہمت دکھائی۔ میری ٹانگیں کھینچ لی تھیں، بے غیرت نے۔۔۔ سارا جسم ہل گیا میرا جوڑ جوڑ۔۔۔ ہائے۔" باتیں کرتے، ہاتھ ہلاتے پتا چلا کہنی بھی بری طرح چھل چکی ہے۔ سودہ منہ اور آنکھیں پوری طرح کھولے داستان سن رہی تھی۔

"پتا نہیں ماں نے کیا کھا کر پیدا کیا۔" ابا نے پھر ماں بیٹے کو گالی دی۔

"اوں ہوں ابا! زبان نہ گندی کر۔"

"ہاں اس نے مجھے سارا گندا کر دیا تو آئی طرف دار نی۔" ابا جل بھن گیا۔ "چل پانی ڈال دے کوسا کوسا ہی چاہیے۔" سودہ نے پانی ڈالا اور سالن گرم کرنے اندر چلی گئی پھر دھیان آنے پر الٹے قدموں پلٹی۔

"پر ابا! کلا ہے کہاں۔۔۔ اسے بھی تو چوٹ لگی ہو گی ہائے۔۔۔" اس کے دماغ میں ایک خیال بھالے کی طرح لگا۔

"ابا! وہ زندہ تو ہے۔ تم اسے لائے ہو نا۔ وہ ہے کہاں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس بے غیرت کو کیا ہوتا ہے۔ آ رہا ہو گا شفیق کے ساتھ" ابا بھناتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا۔

☼ ☼ ☼

ساری رات ابا ہائے ہائے کرتے سویا۔ ہر کروٹ پر ابا کی ہائے اور چارپائی کی چوں چوں۔۔۔ سودہ بھی سکون سے نہ سو سکی۔ اذانوں سے بہت پہلے ہی اٹھ کر کالے کو دیکھنے چلی گئی۔ رات شفیق حکیم سے پٹی کروا لایا تھا اور کالے نے بھی رات جب جب آواز لگائی، درد سے بھری ہوئی تھی۔ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ حکیم نے لکڑی کی پھٹیوں سے جوڑ کر سیدھی رکھی تھی مگر صبح جب اس نے دیکھا تو حیران رہ گئی۔ اس کا دل بھر آیا۔ وہ کالے کے قریب بیٹھ گئی۔

"بہت چوٹ لگی ہے نا۔۔۔ تو تو سیدھا چلتا کیوں نہیں۔ ابا کو سب سے زیادہ شکایتیں تجھ ہی سے ہیں۔ ذرا جو نچلا بیٹھ جائے اور اب کیسی بے بسی ہے۔ تو باز کیوں نہیں آتا۔"

کالے نے نگاہیں اٹھا کر سودہ کا چہرہ دیکھا۔ سودہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہاں بے بسی، تکلیف، افسوس اور نجانے کیسی کیسی کیفیت تھی۔ سودہ نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔

"اب درد تو سہنا پڑے گا نا میرے لاڈلے! چل ابھی ابا اٹھے گا تو حکیم والی دوائی دیتا ہے تجھے۔ تھوڑی دیر میں درد بھاگ جائے گا ایسے۔" اس نے چٹکی بجائی۔

"تو آرام سے بیٹھ تو میں کھانے پینے کا بندوبست کروں۔" اس نے احتیاط سے اس کا پیر نیچے رکھنا چاہا مگر۔۔۔ جانے انجانے میں پتا نہیں کہاں درد کا طوفان اٹھا۔ کالے کی چیخ و پکار نے سارے احاطے میں شور ڈال دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی سب چلانے لگے۔ سودہ نے کالے کو تھپکا مگر وہ کھڑا ہونا چاہتا تھا۔

"اوئے کیا ہوا چور گھس گیا کیا اندر۔۔۔" ابا چلاتا ہوا اندھا دھند باڑے میں داخل ہوا۔ منہ سے مغلظات کا طوفان۔

"اوئے تو یہاں کیا کر رہی ہے۔"

"ابا! میں کالے کے پاس آئی تھی اسے بہت تکلیف ہے۔" درد سے چیخا تو یہ سب بھی ڈر گئے ہیں۔ اوئے چپ کرو۔۔۔ یہ میں ہوں سودہ۔ ابا سب ٹھیک ہے۔"

سودہ نے ابا کو وضاحت دی، پھر ان سب کو ڈانٹ کر چپ کروایا پھر بلب جلانے لگی۔ روشنی پھیلتے ہی سب کے سب خاموش ہو گئے۔ روشنی میں سودہ کا ملائم نرم چہرہ اور ابا کی آواز سب کے لیے طمانیت کا باعث تھی۔

"اوئے صبح سے پہلے صبح کر دی۔ ابھی تو آنکھ لگی تھی۔" ابا اپنے مخصوص انداز میں دھاڑا۔ سودہ پھر کالے کی جانب متوجہ ہوئی، جو ابا کا چہرہ تکے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی بے چارگی۔

"اوئے میں کوئی تیرا دشمن تھا۔" ابا کالے کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ پہلے خاموش نگاہوں سے ابا کا چہرہ دیکھنے لگا پھر ذرا سا منہ آگے کر اپنا منہ ابا کے شانے پر رکھ دیا۔ سودہ کی پلکیں پھر بھیگ گئیں۔ وہ باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

اگلے پندرہ دن میں بہرحال یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ کالا لنگڑا ہو گیا ہے مگر اس نے نچلا بیٹھنا سیکھا ہی نہ تھا۔ وہ چاروں پیر زمین پر جماتا، مگر چال نے اب ذرا سا لہرانا شروع کر دیا تھا۔ کالا بہت اونچی کاٹھی کا تھا۔ ابا کی اس سے بہت توقعات تھیں۔ کم از کم تیس ہزار کا مال تھا، جو اب کسی کام کا نہیں رہا تھا۔ اڑسٹھ جانوروں کے ریوڑ میں جن پر ابا کے سال بھر کے خرچ کے نکلنے کی امید تھی، ان میں ایک کالا بھی تھا اور اب شاید عید کے بعد شہر والے قصائی کو کم داموں میں بیچنا پڑتا۔ ابا کو بہت دکھ تھا۔ اس سال کے خرچے بہت زیادہ تھے اور سال کے آخر میں جب منافع کا وقت آیا تو ایک ماہ کے اندر ریوڑ میں نقصان پہ نقصان ہو گئے۔ ایک بکری چار بچے پیدا کرتے ہوئے مر گئی بچے بھی ساتھ۔۔۔ ابھی اس صدمے سے ابھرنے نہیں پائے تھے کہ عید سے محض مہینے پہلے رات کے وقت چور باڑے میں گھسے اور کم از کم ڈیڑھ لاکھ مالیت کے چھ بکرے لے گئے۔ ابا نے ان دنوں اپنی چارپائی وہیں احاطے میں رکھی تھی، مگر اسے بھی کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ صبح تڑکے جاگنے والا ابا ساڑھے آٹھ بجے تک سوتا رہا۔ جانوروں کے چلانے پر جب سودہ وہاں پہنچی تو کنڈی جھول رہی تھی اور ہٹے کٹے بکرے غائب۔

ابا بے سدھ ساری احتیاطی تدابیر بے سود۔

وہ کھڑے کھڑے سب جان گئی، ابا کو بے ہوشی والی کوئی شے سنگھائی گئی تھی اور بکروں کو بھی کہ شام مین روڈ پر بہت دور لہراتا بکرا ملا۔ وہ نیم جان تھا۔ جیسے بس مرنے کو ہو، مگر نہیں وہ نیند میں تھا نشے والی نیند۔۔۔ کھوجی سے کھرا نکلوایا گیا۔ اللہ جانے چور کون تھے کہاں سے آئے تھے، اپنے گاؤں کے تھے یا باہر کہیں سے ٹوہ لگا کر آئے تھے، جو بھی تھا، پوری پلاننگ اور کامیاب رہے۔ کھرا مین روڈ پر ختم۔

"یہاں سے جی جانوروں کو شہ زور ٹرک میں چڑھایا گیا۔ بس اب آگے یا تو ادھر گئے یا ادھر اور جلدی میں یا کسی بھی اور وجہ سے یہ اکیلا بکرا رہ گیا۔ وہ مین روڈ کے نزدیکی باڑے سے ایک گائے بھی لے گئے تھے۔" ابا مردہ قدموں گھر لوٹ آیا۔ یہ تیار دھان کے کھیت میں آگ لگ جانے والی مثال تھی۔

افسوس کے لیے سارا گاؤں اکٹھا تھا۔

"اس پورے سال میں جس شے کو ہتھ لگایا، برباد ہو گئی۔ ہر اچھی خاصی چیز خراب ہو گئی۔ پہلے اللہ بخشے عمران چلا گیا۔ یہ جوان جہان بھرا۔۔۔ بھرجائی کے بعد اپنے پتر کی طرح پالا، پھر جوائی بنا لیا۔ یہ مزے کی حیاتی بن گئی۔ بنی نظروں کے سامنے۔ تین بندوں کا گھر، ہستی اور خوشی، وہ نمانا چار دن کی خوشی لایا۔ مجھ بڈھے کے ہوتے۔۔۔" ابا کی آواز رندھ گئی۔ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"بجائے اس کے میں اس کندھوں چڑھ جاتا اس نے بڈھے وارے مجھ سے کام لے لیا۔ پھر اگلی خوشی سے امیدیں باندھ لیں تو وہ نمانی بھی چار سانسیں لے واپس اپنے کے پیچھے۔ مجھ ہی سے کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ اللہ ناراض لگتا ہے۔" بلند بولتے بولتے ابا کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔ سودہ کی سسکی نکلی۔ حاجرہ اماں نے سودہ کو گلے لگا لیا اور وہ بھی رو پڑی۔ انیس برس کی عمر ہو گی۔ عدت کے دوران پیدا ہونے والی بچی بھی فوت ہو گئی۔ اب ایک اکیلی وہ دوسرا ابا اور اتنے سارے ڈھور ڈنگر۔ سارا سال جانور چراتے پالتے سنبھالتے اور عید قربان پر اچھے دام ملتے تو سو ضرورتیں پوری کی جاتیں۔

"سونے کو بھی ہاتھ لگایا تو مٹی ہو گئی۔" ابا کی خود کلامی جاری تھی۔

"ایسے نہیں کہتے اسحاق۔۔۔" مولوی صاحب بولنا شروع ہوئے۔

"اللہ کی مصلحت۔۔۔ اس کی چیز تھی۔ دینے والا بھی وہ لینے والا بھی۔۔۔ توبہ استغفار کرو اگر لگتا ہے اللہ ناراض ہے مگر یہ سن لو۔۔۔ سب ہی سن لو، اللہ ناراض ہوتا نہیں۔ ناراضی برابر والے سے ہوتی ہے اور اس کی برابری کرنے والا دوسرا کوئی ہے نہیں۔۔۔ وہ تو بس آزماتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ اس کے وحدہ لاشریک ہونے کو دل سے بھی مانتا ہے یا بس مسلمان ہونے کو ڈنڈے کے زور پر یاد رکھے ہوئے ہے۔ ان سب کو بھی تو دیکھ جن کے پورے پورے ریوڑ سیلاب میں بہہ گئے۔ دو نفل شکرانہ پڑھ کر رب سے کہہ دے کہ شکر میرے مالک کسی بہت بڑے نقصان سے یہ بھلا۔۔۔ اور آئندہ کے لیے توبہ۔۔۔ بس۔"

سب لوگ بڑی عقیدت سے سن رہے تھے۔ ابا کا دل بھی ٹھہر رہا تھا۔ سودہ کے رونے میں اور شدت آ گئی۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ تب کالا موقع پا کر اس کی چارپائی کے نزدیک خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ اس کے پیروں کو چھو رہا تھا۔ سودہ نے اس کے چہرے پر نگاہ کی اور پھر شدت سے رونے لگی، جو خالی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"دل کے اندر جیسے کسی نے تیز چھری اتاری بھائی اسحاق!" شام ڈھلے حاجرہ اماں کے صحن میں آ کر بیٹھی تھی۔





www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سچی بات تو یہ ہے کہ عمران کو کسی بھولا ہی نہیں۔۔۔" ابا بھی چونکا اور سودہ بھی۔۔۔

"نیک شریف گبھرو جوان۔۔۔ بیبا بچہ۔۔۔ مجھے نہیں لگتا کبھی کسی کو اس سے کوئی شکایت ہوئی ہو۔ کتنی مرتبہ تو میرا سبزی کا گٹھڑا اٹھالیتا تھا۔" وہ پُرملال چہرے کے ساتھ اسے یاد کررہی تھی۔ سودہ زمین پر چوکی رکھ کر بیٹھی تھی۔ آڑی ترچھی لکیریں مٹی پر تنکے سے کھینچتی رہی۔ ابا حق ہاکرنے لگا۔

"کہتے ہیں مردوں کو یاد کرنے کا بھی ٹیم ہوتا ہے۔ اب ہروقت کیا دکھ پھلوڑنے بیٹھ جاؤ۔ اب تم باپ بیٹی اپنے کام دھندوں میں الجھے' میں نے آکر نیا سیاپا ڈال دیا مگر بس دو دن سے وہ نظروں کے آگے آکر کھڑا ہے۔" سودہ بری طرح چونکی۔

"ہر طریقے سے نظر آجاتا ہے۔ اسکول جاتا ہوا۔ موٹر سائیکل پر گزرتا اور جب دولہا بنا۔۔۔ کوئی کوئی ہی اتنا جچتا ہے۔" وہ سامنے دیوار پریوں نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ جیسے اسے ابھی بھی یہ مناظر واضح دکھائی دیتے ہوں۔ سودہ نے لمبی سانس کھینچی۔

"ہاں کوئی کوئی دولہا بن کر اتنا جچتا ہے۔" وہ خود اندر والے کمرے میں دولہن بن رہی تھی۔ جب اس کے تیار ہوکر صحن میں آنے کی خبر ملی۔ وہ اپنی تیاری وہیں چھوڑ کر بھاگی تھی۔ دروازے کی جھری سے اسے دیکھنے لگی۔ تو جیسے گردوپیش کو بھول بیٹھی۔ نوٹوں کے ہاروں میں چھپا ہوا تھا وہ۔ یار دوستوں کے مذاق پر یا تو چپ رہتا۔ یا کوئی جملہ کہہ دیتا۔ کبھی خوش مزاجی سے قہقہہ بھی لگالیتا۔ شرماتو نہیں رہا تھا مگر ایک سرخی اور چمک سودہ کو دور ہی سے دکھتی تھی۔ جب عمران تھا تو اسے کوئی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ کسی سے اس کے بارے میں بات کرتی۔ اور جب وہ نہیں رہا تو کوئی اس سے عمران کی باتیں کرتا ہی نہیں تھا۔ مبادا وہ دکھی ہو۔ کہیں وہ رودے۔ صبروضبط کی طنابیں چھوٹ جائیں۔ مگر پتا نہیں آج اماں حاجرہ کو کیا ہوگیا۔ اندر آئی اور چھوٹتے ہی شروع ہوگئی۔

"اور عمران ہی کیا' سودہ جیسی موہنی اور روپ والی دلہن بھی کوئی نہیں دیکھی میں نے۔۔۔ چن تارے کی جوڑی تھی' چن تارے کی' ہاں اماں۔ چن بدلاں دی اوٹ میں چھپ گیا تے تارہ ٹوٹ کے اللہ جانے کہاں گرا۔" اس کا دل سسکا۔

"یہ نہیں ہے کہ عمران زیادہ یاد آتا ہے سودہ کو دیکھوں تو عمران آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور عمران کو سوچوں تو سودہ۔ رب سوہنے نے سنگی ساتھی کی جوڑی ایسی بنائی ہوتی ہے کہ اکیلے تو کوئی یاد آتا ہی نہیں۔ ایک کا نام لو تو دوسرا بھی کھٹ نظروں کے سامنے۔۔۔"

"یہ چپ رہتی ہے۔" ہاتھ سے سودہ کی جانب اشارہ کیا۔ "نظر ہی نہیں آتی۔ مگر ہے تو ناں۔ کل جب سب کے بیچ وبیچ بیٹھ کر روئی تو میرے کانوں سے وہ آواز جاتی نہیں۔ مجھے دھیان آنے لگا۔ رونے کا موقع ہی بن گیا خوامخواہ لیکن عمران کو رونے کے لیے موقع تھوڑی ڈھونڈتی ہوگی۔"

سودہ کی پلکیں برسنے لگیں۔

"اس کے خالی کان ہاتھ۔ یہ بدرنگے کپڑے۔۔۔ آج ماں زندہ ہوتی تو دل پر ہاتھ پڑتا اور تو بھائی اسحاق۔۔۔ تجھے تو کچھ پتا ہی نہیں ہوتا اپنے ڈھوروں کے علاوہ۔"

سودہ نے ایک بار پھر الجھ کر اماں حاجرہ کو دیکھا۔ یہ بے موقع قصہ اور تمہید کا مقصد؟ اماں حاجرہ نے جیسے آنکھیں پڑھ لیں۔ ذرا سا چونک کر اپنی گود میں چھپا کر رکھا شاپر پلٹ دیا۔ گلابی جارجٹ کا تھری پیس جوڑا۔ ایک خوشی دیتا رنگ۔۔۔

"دیکھ دھیئے! بیوہ ہونے کی بیچ میں کوئی عمر طے نہیں ہوتی۔ جب اللہ کا حکم ہو تو بس۔۔۔ لیکن پہننے اوڑھنے کی ایک عمر اور وقت ہوتا ہے۔ ہوتی جو تو چار بچوں کی ماں چالیس سے اوپر تو کبھی یہ جوڑا نہ لاتی۔ مگر تیرے ساتھ کی تو ابھی بیاہی بھی نہیں گئیں۔ بس کل میرے دل کو لگ گئی۔ یہ میری بیٹی کا سب سے اچھا جوڑا ہے۔ عید کے دن اس کو پہننا۔ اپنے باپ کے گھر عزت سے بیٹھی ہے۔ اچھا کھایا پیا کر۔۔۔ پہنا اوڑھا کر سمجھی۔۔۔" سودہ کا حیران چہرہ غم کی تصویر بن گیا۔



اس کے پاس بہت سارے جملے تھے۔ جواب۔۔۔ جواز۔۔۔ ایک لمبی کہانی اور بحث' لیکن وہ کچھ نہ بول سکی۔ اس نے آنسوؤں کو بہنے دیا تھا۔ ابا کو بھی ساری بات سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ پہلے ہی بڈھا تھا مگر اچانک سو سال کا قبر سے بھاگا بابا لگنے لگا۔ یہ نزاکتیں۔ باتیں' احساسات۔۔۔

وہ ٹھنڈی سانس بھر کے اپنے صافے سے آنکھیں رگڑنے لگا۔

ماں حاجرہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے ہائے وائے کرتی بمشکل اٹھی۔ ساکت اور سوچوں میں گم سودہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور دہلیز پار کرگئی۔

☼ ☼ ☼

ابا اپنے جانور لے کر شہر نہیں جاتا تھا۔ سالہا سال سے قریبی شہر کے چند افراد اس کے مستقل گاہک تھے۔ جو آنکھیں بند کرکے جانور لے لیتے۔ شہر جانے میں بہت سے مسائل تھے۔ پہلے عمران اور سودہ چھوٹے تھے۔ پھر بڑے ہوگئے۔ دونوں صورتوں میں انہیں اکیلے گھر میں چھوڑنا مشکل تھا۔ پھر ابا اپنے گول دائرے میں خوشی خوشی گھومنے کی فطرت والا آدمی تھا۔ جب گھر بیٹھے بہت زیادہ مشقت اٹھائے بنا کام ہوسکتا ہے تو لور لور پھرنا چہ معنی۔۔۔ اپنی سوچ میں کافی حد تک درست بھی تھا۔ جب اسے شہروں میں جاکر رہنے اور جانور بیچنے والوں سے زیادہ سہولت اور فائدہ مل جاتا تھا تو پھر اتنی مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ چار سال پہلے عمران کی فرمائش پر ابا لاہور شہر کی منڈی بائیس بکرے لے کر گیا۔ دو بیمار ہوکر مرگئے۔ دو بکرے نوسرباز لے گئے۔ باقی کھانا' پانی' رہائش کرایہ اور بھتے چندے دینے کے بعد اتنا کم منافع ہاتھ آیا کہ سال بھر کا خرچ بھی پورا نہیں پڑا۔ الٹا نقصان ہوگیا۔ عمران شرمندہ ہوگیا۔

☼ ☼ ☼

"ماسی کی محبت پر مجھے رتی برابر شک نہیں ہے کرم خان۔۔۔ سننے والے بھی بہتیرے اور بولنے والے بھی اور دیکھنے والی بھی دنیا۔۔۔ مگر نظر کسی کسی کو ہی آتا۔ اماں حاجرہ کیا سمجھی' میرے پاس پہننے اوڑھنے کو اب کچھ رہا نہیں۔۔۔ دیکھ یہ دیکھ ذرا۔۔۔" اس نے سفید کاٹن کے کور والا کڑھائی سے سجا کپڑا اٹھایا اور وزنی بکس کو تمام تر طاقت لگا کے اٹھا کر پلنگ پر رکھ دیا۔ دوپٹے کے پلو سے بندھی چابیوں کے گچھے سے ایک چھوٹی چابی شناخت کی اور بکسے کو کھول لیا۔ اندر بڑے ہی سلیقے طریقے سے کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ تہہ در تہہ۔ ہینگرز میں اور کچھ شاپرز کے اندر۔۔۔ تقریباً" تمام ہی کپڑے وہ کئی بار پہن چکی تھی۔ مگر وہ آج بھی نئے لگتے تھے۔ ان کی چمک دمک ماند نہیں پڑی تھی۔ اس نے گلابی کامدانی سے سجا جوڑا اٹھایا اور خود سے لگا کر کرم خان کی جانب دیکھنے لگی۔

"شادی کے بعد پہلا ہی جوڑا پہنا تھا۔ اور یہ میرون کورے دبکے والا اتنا بھاری جوڑا پورے پنڈ میں کسی لڑکی کے لیے آج تک نہ آیا۔ پتا نہیں عمران کہاں سے خرید کرلایا تھا۔"

سودہ کا چہرہ یادوں سے لپٹ کر گل رنگ ہوگیا۔ کرم خان نے بھی دلچسپی سے اسے دیکھا۔ اداس ملول سودہ کا یہ روپ بالکل بدلا بدلا تھا۔

سودہ وہ جوڑا خود سے لگائے اسی پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔ جہاں کرم خان پورے استحقاق سے بیٹھا تھا۔

"جب شادی ہوگئی تو۔۔۔ میں نے اپنے ہاتھ کی کڑھائی والے سوٹ کو ہاتھ نہ لگایا۔" وہ دوبارہ بولنے لگی۔ "میں نے تجھے بتایا تھا ناں۔ جہیز کے کپڑے میں نے خود بنائے تھے۔ بری کے اکیس جوڑے اس نے خود پتا نہیں کون کون سی جگہ سے خریدے تھے۔ سارے کپڑے اتنے شاندار اتنے مہنگے تھے کہ مجھے اپنی طرف کے کپڑے ہلکے لگنے لگے۔" وہ یکدم چپ ہوگئی۔ ملول چہرے پر یاد چمکنے لگی۔

"ایک روز کہنے لگا۔ کہاں ہیں وہ تیرے کشیدہ کاری کے نمونے کیا سارے برباد کردیے۔ ایک بھی پہننے کے قابل نہیں رہا۔"

"اللہ نہ کرے جو برباد ہوں۔ تمہیں پسند نہیں تھے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

توبکسے میں سب سے نیچے رکھ دیے ہیں۔

"بے وقوف نہ ہو تو۔ تجھلی کہیں کی۔" وہ زور سے ہنسنے لگا۔ "او تجھے مذاق کرنے اور مذاق اڑانے کے فرق کا بھی نہیں پتا۔ لو پاگل خانی میں تو تجھے چھپ چھپ کے دیکھتا تھا گل بوٹے بناتے ہوئے۔ میں تو خوش ہوتا تھا اور شرمندہ بھی کہ میں تو خالی پیسے خرچ کر سکتا ہوں۔ تیرے جیسی لگن جذبے اور محبت کہاں سے لاؤں۔" وہ بول رہا تھا۔ میں سن رہی تھی اسے میرا حیران چہرہ دیکھ کر بہت مزا آرہا تھا۔ پھر میرے ساتھ اٹھا۔ بکسے کی تہہ میں پڑے میرے ہاتھوں سے بنے کپڑوں کی پنیں کھولیں اور خود ہی ہینگروں میں لگا کر الماری میں سجادیے۔ ہر روز ایک نیا سوٹ پہنوں میں۔ حکم دے دیا۔"

پورا قصہ کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔ مسکراتا چہرہ اور جگمگاتی آنکھیں دھیرے دھیرے غم ناک اور مدھم ہوتی چلی گئیں۔ اب ایک بار پھر سودہ کا وہی اداس، بے رنگ، خالی و ویران آنکھوں والا چہرہ کرم خان کے ساتھ تھا۔ جس سے اس کی آشنائی تھی۔

"اور اماں حاجرہ کہتی ہے کہ۔۔۔" تھوڑی دیر پہلے والا آواز کا جلترنگ معدوم ہوگیا۔ اب وہی ہلکا مدھم بجھا ہوا لہجہ تھا۔

"دنیا بیوہ لڑکی کو زندہ رہنے کا طریقہ صحیح طرح بتاتی ہی نہیں کرے۔ چھیمو کی شادی میں ذرا شوخ کپڑے پہن کر چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا شادی تو شادی ہوتی ہے گوٹے کے کپڑے تب ہی اچھے لگتے ہیں۔ تب تو سب نے تعریف کی اور بعد میں پنڈ کے ہر گھر میں ایک ہی قصہ تھا۔" سودہ اتنی جلدی مرے، شوہر کا غم بھول گئی۔ بھلی بیویاں تو سر میں مٹی ڈال کر بیٹھتی ہیں۔ ویاہ کے لیے سوہنے کپڑے نہیں۔ انہیں تو لفظ ویاہ کے معنی بھول جاتے ہیں۔ ہاتھوں میں چوڑی کا سوال ہی کیا۔"

پھر پٹواری کے بیٹوں کے ویاہ میں سادے کاٹن کے جوڑے میں دھلے منہ کے ساتھ چلی گئی تو سب نے کہا نحوست ڈال دی۔ دکھ اپنی جگہ مگر دوسروں کی خوشیوں کا تو خیال کرنا چاہیے ناں۔ نہ مجھے دولہن کے پاس بیٹھنے دیا نہ ڈھولکی کے نزدیک۔ الگ جا کر بیٹھی تو بھی سب ہی گھوریں۔ دنیا والے پکے کفنی لکھ کر دے دیں ناں کہ مجھے کیسے رہنا ہے۔ لوگ عقیقوں پر نہیں بلاتے۔ منحوس کہتے ہیں۔ بیٹی جو مر گئی میری۔۔۔ یتیم پیدا ہوئی بچاری۔"

سودہ کو پتا ہی نہ چلا اور گال سے آنسوؤں کا تار بہتا گیا۔ کرم خان نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ شاید اسے چپ رہنے کی تلقین کرنا چاہتا تھا کہ نہ روئے کیونکہ اس کا رونا اسے تکلیف دے رہا ہے۔ لیکن سودہ کا دھیان نہ تھا۔ وہ اب ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

"اپنے باپ کے گھر میں چپ چاپ رہتی ہوں کرم۔۔۔ لوگوں سے ملنا چھوڑ چکی ہوں۔ دروازے نہیں جاتی کہ لوگ باتیں کرتے ہیں۔ نماز پڑھ کے دل ٹھنڈا رکھتی ہوں اور قرآن پڑھ کے مرنے والے کو بخش دیتی ہوں۔ چپ رہوں تو دنیا کو نحوست لگتی ہے۔ بولوں تو کہتے ہیں مجھے کوئی غم نہیں۔ اماں حاجرہ کو کیا کہوں، میرے پاس کپڑوں کی کمی نہیں مگر دنیا کا دل بہت تنگ ہے۔"

وہ اٹھ کر کپڑے دوبارہ سلیقے سے اندر جمانے لگی۔ کسی نہ کسی کپڑے کو ہاتھ لگاتی تو ٹھٹک کر رک جاتی۔ ہر ٹانکے سے یادیں جڑی تھیں۔

اس نے ٹرنک بند کر کے تالا ڈال دیا۔ چابی پلو میں کس دی۔

اماں حاجرہ کا دیا گلابی جارجٹ کا سوٹ بھی اندر جا چکا تھا۔ کرم خان پلنگ سے اتر آیا تھا۔ وہ سودہ کے نزدیک آکھڑا ہوا۔ سودہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور دھیرے سے گال پر ہاتھ پھیرا۔

"ابھی تو اس دنیا کو تیرے میرے رشتے کی خبر نہیں کرم خان! ورنہ اس پر بھی حد لگا دیں گے سب۔ جائز کہہ دیں گے۔ ناجائز کہہ دیں گے مگر تو فکر نہ کر۔ تو میرے ٹرنک کے بھڑکیلے کپڑے تھوڑا ہے۔ تو تو میرا سنگی ساتھی ہے۔ میرے دکھ درد کو سننے والا۔ کہ مجھے



بھی تالا ڈال کر چابی سانبھ لوں۔ اس اتنی بڑی دنیا میں تو واحد ہے کرما! جس سے اب میں دل کی باتیں کہتی ہوں اور تو سنتا بھی ہے۔"

"چل باہر آجا! شام ہونے کو ہے۔" اور ابا نے آکر بس اتنی مہلت دینی ہوتی ہے کہ ہاتھ دھونے تک روٹی لگ جائے۔ وہ برآمدے میں چولہے کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ وہ سبزی چھابی اور خیری تلاش رہی تھی اور کرما کی نگاہیں بھی برتن ٹٹول رہی تھیں۔

"مجھے پتا ہے تو بھی بھوکا ہے۔ ذرا دو منٹ صبر کرلے۔" سودہ جان گئی۔

"اور تو ہی تو ہے کرم خان! جسے میں نے عمران کی ساری باتیں بتائیں۔ وہ بھی جو بتانے والی تھیں اور نہ بتانے والی بھی۔ اور اپنی گڑیا بیٹی کی باتیں۔ عمران کو گھر سے کام کے لیے بھیجا تھا، مجھے پتا ہی نہ چلا میں گھر میں روٹی ہانڈی کرتی رہ گئی اور وہ نجانے کدھر چلا گیا۔ ننھی گڑیا میری بے ہوش، بے خبری میں آواز بھی سنائے بغیر واپس چلی گئی۔ لیکن کرمے۔۔۔ تجھے میں کہیں نہ جانے دوں۔ ایک پل کے لیے بھی اپنی نظروں سے دور نہ کروں۔ اگر تجھے کچھ ہوجائے تو؟" وہ دہل گئی۔

"تو میں تو کہیں کی بھی نہ رہوں۔" وہ دھیرے دھیرے کہہ رہی تھی۔ "دنیا میں ہر انسان کے لیے کوئی تو ہونا چاہیے، جو اس کی سنتا ہو۔ اس کا درد بانٹتا ہو ہے ناں کرما۔۔۔؟"

☆ ☆ ☆

سودہ نے پیالے میں مہندی گھول رکھی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بہت خوب صورت سرخ کپڑے پہ ستارے ٹکے تھے۔ ابا نے کالے کو چھوڑ کر باقی چودہ بکرے الگ باندھ دیے تھے۔ سودہ ہر سال کی طرح انہیں تیار کرنے احاطے میں آگئی۔ ماتھے پر تاج باندھے۔ سینگوں پر سرخ رنگ پھیر دیا اور کمر اور پیٹ پر مہندی سے چاند تارے اور عید مبارک بڑی ہی خوب صورتی سے لکھ ڈالا۔ پیروں میں کڑے جن کے اندر گھنگھرو تھے۔ کرما اس کے پیچھے پیچھے۔

"ابا کی نظروں سے بچ کر رہا کر سمجھے! ایک تو انوکھا اوپر سے تیری حرکتیں۔" وہ اس سے باتوں میں مگن تھی۔ "کیا تو نے بھی مہندی لگانی ہے نہ تو کوئی لڑکی ہے۔" کرما کی نگاہیں مہندی کے کٹورے پر تھیں۔

"یہ تو بس ان کو لگے گی جن کی قربانی ہونی ہے۔۔۔ اور یہ سب کالے کلوٹے لال پیلے۔۔۔ تو تو گورا چٹا ہے دودھ ملائی جیسا۔۔۔" سودہ نے اس کے گدگدی کرنی چاہی۔۔۔ وہ بھی سودہ کے چہرے کے ہر رنگ سے واقف تھا۔ وہ کب خوش ہے کب اداس ہے کب روتی رہی کب تک جاگتی رہی۔ اور وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔۔۔ عمران کے جانے کے بعد جب وہ بیوگی کے دن کاٹ رہی تھی۔ جب وہ ہر پل آنے والے بچے کو سوچا کرتی تھی اور جب تخلیق کی تکلیف اور بے ہوشی کے بعد اسے پتا لگا کہ بچی مر گئی ہے۔ کرما نے اس کی زندگی میں قدم رکھا اور کرما پر پہلی نظر ڈالتے ہی وہ اس کی محبت کا شکار ہوگئی تھی۔

سودہ ہاتھ جھاڑ کر مڑی۔ وہ جانتا تھا سودہ اب کیا کرنے والی ہے۔ کرما نے بازی لینے کی کوشش کی اور اس کے بازو سے گال رگڑنے لگا۔ ٹانگوں میں سردینے لگا۔ وہ یہی کر سکتا تھا۔ آخیر تو آٹھ ماہ کا ایک دنبہ تھا۔ اسے ایسا اظہار محبت ہی آتا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یہ بادام میوے اس کے بجائے ان سب میں سے کسی ایک کو بھی کھلاتی تو اچھے خاصے دام مل جاتے۔" ابا نے بہت دن بعد آج کرما کو دیکھا تھا۔ وہ آٹھ ماہ کا تھا اور عمر سے دگنا لگتا تھا۔ سفید سفید اون پیچھے چربی سے پر چکی۔ شیمپو سے دھلا دھلایا۔ کمر پر سرخ بنارس کپڑے کا کمربند۔ گلے میں رنگ برنگی مالائیں۔ پیروں میں گھنگرو اور سرخ موزے جو گھٹنوں تک تھے تلا لگے۔

"ہاہ ابا۔۔۔ تو اس کے نوالے گنتا ہے۔۔۔" سودہ کو دلی صدمہ ہوا۔۔۔

"ارے اتنی خاطریں تو میری کرتی تو سارا ہڈیوں کا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

درد نکل جاتا۔ دودھ صبح شام اوپر سے بادام۔۔۔ اور تو نے تو اسے گاجر کا مربہ بھی کھلایا تھا ناں۔۔۔"

"ہائیں (ابا کو کیسے پتا؟)"

"یہ جو گز گز کے بال رکھے ہیں ناں اس میں پھنسی تھی گاجر سمجھی۔ اور تو نے مربہ کب بنایا تھا؟"

"وہ گزری سردی میں۔۔۔" سودہ کو بولنا پڑا۔

"اور مجھے کہا کہ خراب ہو گیا تھا پھینک دیا ہے۔" ابا نے کڑے تیوریوں سے گھورا۔

"ابا! جب تجھے سیب کا بنا دیا تو گاجر کا اسے دے دیا۔" سودہ نے وجہ بتائی۔

"اچھا اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تو نے سیب کا مربہ اسے نہ دیا ہو۔۔۔"

"تو ابا! یہ گھر کا فرد ہے حصہ تو اسے بھی ملے گا۔" سودہ برا مان گئی۔

"تو ادھر یا ہر ویہڑے میں دشمن ہیں۔۔۔ بکریوں کو دیتی تو دودھ ہی بڑھ جاتا۔ اتنا قرضہ ہے میرے اوپر۔۔۔" ابا کی رو پلٹ گئی۔ دھیان حساب کتاب میں الجھ گیا۔

"توبہ ابا۔۔۔" سودہ برا مان گئی۔۔۔ بڑبڑانے لگی پھر دفعتاً دھیان آیا کہ ہاں ابا پر قرضہ تو تھا۔ عمران کا انتقال۔۔۔ وہ بس کے حادثے میں زخمی ہوا تھا یکے بعد دیگرے تین آپریشن ہوئے مگر سر کی چوٹ گہری تھی۔ جانبر نہ ہو سکا۔ ابا نے بھتیجے کو بچانے کی سرتوڑ کوشش کی اور پھر قرض کا بوجھ۔ سودہ نے بڑے آپریشن سے بچی کو جنم دیا ابا پر مزید قرضہ۔۔۔ قرض خواہ اب مطالبہ کر رہے تھے۔ ابا کا سارا دھیان اپنے جانوروں پر تھا۔

عید میں اب کچھ ہی روز باقی تھے۔ مگر ابا کے حساب کتاب سے پیسے بہت کم تھے۔ اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ پچیس ذی القعد وکیل صاحب بہت اچھے داموں تین بکرے لے گئے۔ ابا کا موڈ بہت خوشگوار تھا۔ سودہ نے بہت دنوں سے مچلتا سوال پوچھا۔

"ابا! تم نے ابھی تک اس بار کی قربانی کے لیے جانور الگ نہیں کیا۔"

"اس بار۔۔۔ میں اس سال قربانی نہیں کر رہا۔۔۔" ابا بہت دنوں سے اس سوال کا منتظر تھا۔ سو فوراً جواب دیا۔

"کیا۔۔۔؟" وہ بھونچکی رہ گئی۔

"کیا کہہ رہے ہو ابا۔۔۔ ہمیشہ تو کی اب اس بار کیا ہو گیا ہے۔"

"مجھ پر بہت قرضہ ہے سودہ۔۔۔ عمران جیسے جوان جہان کی موت۔۔۔ میں بڈھا۔۔۔ اور ادھر تو بالکل اکیلی۔ مجھے تیرے لیے بھی کچھ کرنا ہے۔" ابا کی آواز میں شرمندگی، ملال، عزم بہت کچھ تھا۔

"ایک قربانی کرنے کی راہ میں اتنے روڑے۔۔۔ بس ایک بکرا۔۔۔ ہر کام میں رکاوٹ ہے ابا۔۔۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔"

"مجھ پر بہت قرضہ ہے سودہ! اور اس سال میرے پاس بچے بھی نہیں ہیں کہ اگلے سال تیار ہو جائیں گے۔ مجھے خریدنے پڑیں گے۔ میں دور تک سوچ رہا ہوں دھیئے۔" ابا نے نڈھال لہجے میں کہا۔

"پر ابا!"۔۔۔ حیرت کم ہی نہ ہوتی تھی۔

"تو ابا! قرضہ تو اللہ کرے عید کے چاند سے پہلے اتر ہی جائے گا اور ہم ابھی آج اس وقت قرض دار ہیں۔ اللہ خیر رکھے تو چاند رات تک سب جانور بک جائیں گے تو ہم پر قربانی واجب ہو جائے گی ابا۔۔۔ تم بھلے مولوی سے پوچھ لو۔" سودہ بحث پر اتر آئی۔

"سودہ بحث نہ کر۔۔۔ میرا دماغ پک گیا ہے اور انگلیاں گھس گئی ہیں پیسے جوڑ جوڑ۔۔۔ ادھر ادھر ایسے ویسے۔۔۔" ابا جھنجلا گیا۔ صافہ جھاڑا اور پیر میں جوتا اڑستے بڑبڑاتے باہر کو نکلا۔۔۔ سودہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

سودہ کا رو رو کر برا حال ہو گیا تھا۔ وہ سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔ اتنا تو وہ عمران کے جانے اور گڑیا کے جانے پر بھی نہیں روئی تھی۔ عمران کے فوت ہونے پر وہ سکتے میں چلی گئی تھی اور گڑیا کی وفات پر وہ سب کی نصیحت موجب منہ میں کپڑا ٹھونس رونا دبا تی۔ مگر اس وقت اس کا رونا بلکنا سب کے لیے ناقابل برداشت



تھا۔ وہ کرما کا ذبح سر گود میں رکھے روتی جاتی تھی وہ ابا کے ساتھ کبھی باہر چرنے نہیں گیا تھا بلکہ وہ تو بکریوں والے احاطے میں بھی بہت کم جاتا تھا۔ سودہ اسے پل بھر کے لیے بھی خود سے جدا نہیں کرتی تھی اس کی زندگی میں اچھل کود کم تھی۔ بلکہ وہ باہر نکلنے سے ہی گھبراتا تھا۔ در حقیقت وہ ایک ست الوجود ڈل نکما ونبہ تھا جو کھا کھا کے پھیل گیا تھا۔ چلنا دوبھر تھا۔

"او کڑیے! بس کر رو رو مرنا ہے تو نے۔" ابا کے لیے جانوروں کو لگنے والی چوٹیں عام بات تھیں مگر ابا کے پاس جانور تھے اور یہ کرما تھا۔ سودہ کا کرم خان۔

"ہائے میرا شہزادہ۔۔۔ نظر لگ گئی۔۔۔ ہائے کل ہی ابا! تو اس کے مربے گن رہا تھا۔۔۔" سودہ مچلی۔۔۔ ابا بغلوں میں منہ دینے لگا۔ کرما کی بھری جوانی ابا کو للچاتی تھی۔ مارکیٹ میں رکھتا تو عمر اور صحت کے حساب سے تیس ہزار بھی مل سکتے تھے۔۔۔ مگر۔۔۔ فرش پر سیدھی پڑی درانتی کرما کے کھرے کے اندر تک گھس کے چیر گئی تھی۔ کھر دو حصے میں تقسیم۔۔۔ اور خون بھل بھل بہنے لگا اور یہ اس کی "میں میں" حکیم جی نے مرہم لگا کر پٹی باندھی اور گارنٹی دی کہ ہفتے کے اندر بھاگنے لگے گا۔ مگر سودہ کے جیسے دل پر آرے چل گئے۔ اس نے منجی پر کرما کو بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ کے زور و شور سے رونے لگی پھر اس نے ابا کے سامنے بہت پکا منہ بنا بنا کرما کو دودھ پلایا۔ مربہ کھانے کو دیا اور بادام بھی۔

☼ ☼ ☼

کرما کی مکمل صحت یابی آٹھ دن میں ہوئی اور یہ نو ذی الحج کی رات تھی جب وہ معمولی سا بھی لڑکھڑائے بنا سودہ کے پیچھے پھرنے لگا تھا۔ سودہ کی جان میں جان آئی۔ اتنے دن سے اس نے کرما کی تیمارداری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ اس کی اپنی عید کی تیاری بھی کچھ خاص نہ تھی اور اسے تیاری کرنی بھی کیا تھی۔ بیس برس کی بیوہ، نہ کوئی امید نہ خوشی۔ اس نے اپنے نسبتاً "نئے" سوٹ کو استری کر کے رکھ لیا تھا ابا کا پچھلی عید کا سوٹ ہی اس نے بکسے سے نکال دھو کر لٹکا دیا۔

کرما کو اس نے ہار پھول پہنا دیے۔ یونہی چیزیں اٹھاتے رکھتے اس نے پیٹی کے نیچے سے چھریاں ٹوکے ٹمیاں اور دوسرے لوازمات بھی نکال لیے۔ احتیاط سے سامان سنبھال کر احاطے میں آ گئی۔ ابا بہت شاداں و فرحاں فرصت سے چارپائی پر پیر لٹکائے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں مسواک تھی۔

"ابا!" وہ تیزی سے آگے آئی۔ ابا کا بہت دنوں بعد پرسکون چہرا اسے بھی پرسکون کر گیا۔

"ابا! اب اپنا جانور ادھر صحن میں لے آ۔ اسے ہار پھول ڈال دوں۔ پانی وانی دے دوں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا میں اس سال قربانی نہیں کر رہا، میری گنجائش نہیں ہے۔" ابا کی طمانیت میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔

"کیا۔۔۔" سودہ نے اونچی آواز میں حیرت سے کہا "ابا۔۔۔ اب تو تجھے پورا فائدہ ہو گیا۔ تو نے تین بکریاں بھی بیچیں اور اب۔۔۔" وہ ہکلا گئی۔

"او میں نے فائدہ تو حاصل کیا پر پچھلے! میرا نقصان بہت زیادہ ہوا ہے۔ وہ کب پورا ہوا۔"

"پر ابا۔۔۔" وہ ابا کی قطعیت کے سامنے بے بس ہونے لگی۔

"اوئے زیادہ بحث نہ کر۔ او تجھے گوشت مل جائے گا کھانے پکانے کو۔ سارا پنڈ پڑا ہے پیچھے۔ بنا لینا نمکین بوٹیاں۔۔۔ میں بازار جا رہا ہوں سویاں اور دوسرا سودا لانا ہے کہ نہیں۔۔۔" ابا کو بروقت بہانہ سوجھا۔

"ابا بات تو سن۔۔۔ ابا۔۔۔ ایک بکرا ہی کر لیتے ہیں۔" اس نے حل نکالا۔

"نئیں نئیں۔" ابا تیزی سے نفی میں سر ہلانے لگا۔

"میں نے پورے سال کا حساب کتاب لگایا ہے۔ عید کے بعد میں نے دو اور بکریاں لینی ہیں۔ میرا بڑا حساب کتاب ہے۔ ساری کسریں نکالنی ہیں۔"

"ابا! بس ایک بکرا۔۔۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"میں نے ایک بار کہہ جو دیا تو تو اتنی ضد کیوں



www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کررہی ہے؟" ابا اس کی صلح جو فطرت سے واقف تھا' حیرت سے پوچھنے لگا۔

"یہاں بیٹھ۔" ابا نے شانوں سے تھام کر اسے چارپائی پر بٹھایا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"وہ ابا۔۔۔ وہ۔۔۔ عمران۔۔۔" اس کی آواز وجہ کے شروع ہوتے ہی بھرا گئی۔

"ہاں ہاں بول۔" ابا نے ہمت دی۔

"وہ جو بکرے چوری ہوگئے ان میں سے وہ بھورا اور سفید عمران نے اپنے نام کی قربانی کے لیے پسند کیا تھا۔ اور پتا نہیں ابا! وہ جو بڑے کہتے ہیں مرنے والے کو پہلے سے پتا لگ جاتا ہے کہ میں نے اب نہیں رہنا تو ابا ایسے ہی وہ ایک دن بیٹھے بیٹھے کہنے لگا تھا بھئی میرے نام کی ہی قربانی ہے خوب کھلا پلا کر موٹا تگڑا کر کے قربانی دوں گا۔ سودہ یاد رکھنا! میری نام کی ہی قربانی کرنی ہے۔۔۔ میں ہنس پڑی تھی۔۔۔ مجھے کیا پتا تھا۔۔۔ کہ۔۔۔ تو ابا! یہ وصیت ہوئی ناں۔۔۔ اب وہ تو مرن جوگے چور لے گئے پر ابا! میں عمران کے نام کی قربانی کرنا چاہتی ہوں میرا دل۔۔۔ ابا۔۔۔" وہ رو پڑی۔۔۔ دونوں کے درمیان خاموشی بولنے لگی۔ بہت دیر بعد ابا بولا۔

"پہلے کہتی جھلی۔۔۔ پر بات یہ ہے کہ میرے اگلے ساہ کا بھروسا نہیں۔ تو ادھر دنیا میں کلی میں تیرے لیے زمین خریدنا چاہتا ہوں تو ایسا کر۔۔۔"

ابا گہری سوچ میں گم ہوگیا۔۔۔

"تو ایسا کر! یہ اپنے کالے کو لے جا۔۔۔ صبح اس کی قربانی کرلیں گے عمران کے نام سے۔۔۔ ٹھیک ہے۔" وہ بہت جوش بھرے انداز میں حل بتانے لگا۔۔۔ سودہ نے اچنبھے سے ابا کی شکل دیکھی۔

"پر ابا۔۔۔ وہ تو ناجائز ہے' وہ تو لنگڑا ہوگیا ناں۔۔۔"

"او میری جھلی دھی۔" ابا نے ناک سے مکھی جھاڑی۔ "وہ لنگڑا تو ہے پر اس کی قربانی جائز ہے' یہ دیکھ۔۔۔" ابا جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"یہ مولوی صاحب سے میں نے اس وقت سے لے لیا تھا۔ جب وہ نہر میں گرا تھا۔" ابا نے پرانا تہہ لگا بوسیدہ کاغذ سودہ کی جانب بڑھایا۔ اس نے ناسمجھی کے عالم میں کاغذ کی تہہ کھولی۔

"جو جانور تین پاؤں سے چلتا ہے اور چوتھا پاؤں رکھتا ہی نہیں یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا یعنی چلنے میں اس سے سہارا نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں' اگر چاروں پاؤں سے چلتا ہے اور ایک پاؤں میں کچھ لنگ ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔" (ترمذی' ابوداؤد)

"تو اس کا مطلب ہے کہ۔۔۔" سودہ نے گردن موڑ کالے کو دیکھا وہ بالکل سیدھا کھڑا تھا۔

"میں نے اس کے دام کافی کم رکھے ہیں۔ کچھ لوگ عید کی شام اور دوسرے دن بھی جانور لیتے ہیں۔ مولوی کا کاغذ جیب میں ہے شفیق کہہ رہا تھا نکل جائے گا پر تو دل چھوٹا نہ کر۔۔۔ میں انہیں منع کرتا ہوں۔۔۔ تو جا اسے اندر ویہڑے میں۔" ابا اپنی بات مکمل کر کے صافہ جماتا باہر نکلا۔

"میں ذرا سودا لے آؤں۔۔۔ اوئے بندہ بات حال کیا کرے۔ اب یہ کوئی مسئلہ ہے۔ پہلے کہہ دیتی جھلی!" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

سودہ سکون اور بے چینی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ گھر کے اندر آگئی۔ اس نے قربانی کے سامان میں سے ایک رسی نکالی۔ سرخ ستارے ٹکا تاج' پیروں کے زیور۔ پیالے میں مہندی گھول لی۔۔۔ رات کا آٹا گوندھنا باقی تھا۔

"پہلے اپنے کام کرلوں تو پھر۔۔۔" وہ کرما سے مخاطب تھی۔

"اور تجھ سے نچلا نہیں بیٹھا جاتا۔ ہاں ہاں مان لیا' اب تو بھلا چنگا ہے پر احتیاط کرنی پڑتی ہے۔" کرما نے میں میں کر کے یقین دلایا کہ وہ اب ٹھیک ہے۔

سودہ نے بڑھ کر ٹی وی لگالیا۔ رنگ برنگے ناچتے گاتے اچھلتے پروگرام۔۔۔ یہ سب منظر اب آنکھوں کو چبھتے تھے وہ خاموشی سے اسکرین دیکھتی رہی۔ کوئی چیز مسلسل دھیان پر دستک دے رہی تھی۔ پچھلی عید



عمران ساتھ تھا۔ اور ایک اکیلا عمران اس کے لیے سارا شہر تھا۔ ساری رونق ساری ہنسی ساری خوشی۔۔۔ اور اب وہ نہیں تھا سارا شہر خوشی کے رنگ میں رنگا مگر دل کا سناٹا۔۔۔ اسے رونا آرہا تھا۔ مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

وہ ٹی وی سے آتی آوازوں کی جانب متوجہ ہوگئی۔ قربانی کو بہت تفصیل و جزیات کے ساتھ بتایا جارہا تھا۔

"قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کرو۔" مہمان نے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنایا۔ سودہ اٹھی اور کالے کو زیور پہنانے لگی۔ تاج ماتھا۔ گھنگھرو پٹی اور سرخ موزے۔ کرما مسلسل میں میں کررہا تھا۔ اسے سودہ کا۔۔۔ کالے کے ساتھ التفات اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"اپنی سب سے پسندیدہ چیز راہ خدا میں دینا۔۔۔ بے عیب' خوب صورت' توانا تندرست' وہ جو آپ کسی اور کو نہ دے سکتے ہوں۔" مہمان نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان سنایا۔ سودہ جو نکی۔ وہ خالی نگاہوں سے کالے کو تکنے لگی جو اتنے سنگھار کا عادی نہیں تھا۔ سر پٹخ رہا تھا پیر جھٹک رہا تھا۔ سودہ کسی معمول کی طرح اٹھی۔ اس نے کالے کی رسی کھول دی۔ وہ جست لگا کر باڑے کی سمت بھاگا۔ کرما خوش ہوگیا۔

"میں میں میں۔۔۔" ہاں کرما تو۔۔۔ تو کل دولہا کی طرح تیار رہنا سودہ نے گہری نگاہ سے اسے دیکھا۔ قربانی کی حکمت بتاتی عالم دین کی آواز آئی۔

"ایسی چیز جس کو کھونے کا احساس آنکھوں کو بھر دے۔ کلیجہ چیر دے۔ دل بند کردے۔ حلق خشک ہوجائے اور محض تصور سے پیٹ میں گرہیں پڑنے لگیں۔"

سودہ کی آنکھوں کے آگے عمران کے مختلف انداز آنے لگے اور وہ ننھی گڑیا جس کی بس اسے اک جھلک یاد تھی۔

"وہ دینے والا ہے اور جو چیز دیتا ہے' وہ لینے کا بھی حق دار ہوتا ہے اور دنیا کی ہر چیز دنیا ہی میں چھوڑ جانے کے لیے ہوتی ہے۔ آپ ہنس کردیں یا رو کردیں۔۔۔ تو جب دینا ہی ہے تو خوشی خوشی کیوں نہیں۔۔۔" ٹی وی سے مسلسل آواز آرہی تھی۔

سودہ نے اپنی بغل میں منہ دیتے کرما کو پکار کر اپنے سامنے سیدھا کیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح تیار تھا۔ بس اک کمی تھی۔ مہندی کا پیالا پکڑا اور سفید بے داغ اونی ڈھیر پر چاند تارا دوسری جانب عید مبارک لکھ دیا۔

"اپنی سب سے پیاری چیز۔" سودہ نے جھک اس کی پیشانی چوم لی۔ آنکھ سے آنسو بہہ نکلے۔

"اب اتنا تو محبت میں ہو ہی جاتا ہے نا۔"

☆ ☆


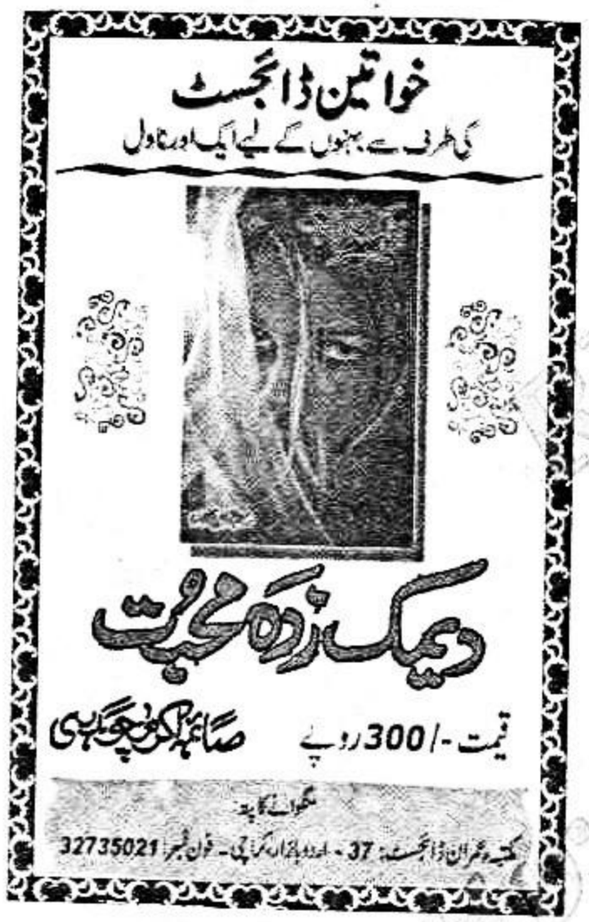





WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY